پاکستان ایک خود مختار ریاست ہے؟

دنیا میں برق رفتاری سے بدلتے ہوئے حالات نے نہ صرف انسانی زندگی کو ذاتی حیثیت میں متاثر کیا ہے بلکہ ریاستوں کی مکمل آزادی، انکے اثر اور طرز حکمرانی، سب کچھ بدل ڈالا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اب کچھ لفظوں کے معنی بھی بے معنی ہو چکے ہیں۔ سب کچھ اس تناظر میں عرض کر رہا ہوں کہ کچھ عرصے سے مسلسل کہا جا رہا ہے کہ ہمارا ملک بالکل خود مختار ملک ہے اور ہم کسی کو اپنے ملکی معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ مگر یہ صرف اور صرف آدھا سچ ہے۔ شائد کتابی طور پر یہ بات قدرے درست ہے مگر عملی طور پر ان جذباتی بیانات کی بہت کم حیثیت ہے۔ آج کی دنیا میں کوئی بھی ملک مکمل طور پر خود مختار ریاست نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

علمی اور کتابی بحث اپنی جگہ، مگر عملی دنیا میں ہر ملک کسی نہ کسی طریقے سے دوسرے ملک پر انحصار کرنے پر مجبور ہے۔ ذہین ریاستیں، اس سچائی کو سمجھ چکی ہیں اور وہ ہر طریقے سے تجارت کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے، اپنی اہمیت اس قدر بڑھا دیتی ہیں کہ انکے معاشی مفادات ملکی مفادات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ یہ سب کچھ انکی بقا کی ضمانت بن جاتی ہے۔ ویت نام، سنگاپور، جاپان، جنوبی کوریا اسکی زندہ مثالیں ہیں اور ہمارے خطے کی مضبوط ترین حکومتیں ہیں۔ اپنی اَنا کی اساس کو تبدیل کرتے ہوئے، ان طاقتوں سے روابط بڑھائے ہیں جنکے متعلق کچھ عرصہ پہلے، بات کرنا، جرم سمجھا جاتا ہے۔ کیا آج سے چالیس سال پہلے سوچا جا سکتا تھا کہ ویت نام جو عملی طور پر امریکہ سے جنگ لڑ تا رہا ہے، اپنی حکمتِ عملی کو اس کمال ذہانت سے تبدیل کریگا کہ بیس سال کے اندر بھرپور معاشی طاقت بن کر ابھرے گا اور امریکہ اسکا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہوگا۔ یہ کسی بھی ملک کی سیاسی اور فوجی قیادت کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ ویت نام سے سیکھ کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں یا شمالی کوریا کی طرح ایک سیکیورٹی سٹیٹ بننے کو ترجیح دیتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہم جس راہ پر گامزن ہیں، اس میں ہمارے سنگاپور یا جاپان بننے کے امکانات صفر سے بھی کم ہیں۔ لیکن ہم شمالی کوریا جیسی ریاست بننے کی مکمل اہلیت سے معمور ہیں۔

تجارتی، معاشی، دفاعی اور مذہبی بحث سے تھوڑی دیر کیلئے صرف نظر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تمام عناصر اپنی جگہ بہت اہم ہیں، مگر خود مختاری کے نکتہ کو ایک اور زاویہ سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ صرف اسلئے کہ آپ احساس کر سکیں کہ آج کی دنیا میں "انسانی حقوق" کی حفاظت، بالادستی اور اہمیت کسی بھی ملک کی جغرافیائی حدود سے بہت آگے نکل چکی ہے۔ ایبٹ آباد میں اگر ایک جرگہ، نوجوان لڑکی کو سزائے موت سناتا ہے اور اسے زندہ جلا دیا جاتا ہے، تو یہ مسئلہ صرف ہمارے ملک تک محدود نہیں رہتا۔ آپ نیویارک ٹائمز سے لیکر یورپ کے کسی اخبار پر نظر ڈال لیے۔ اس المناک واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ ہمارے سنجیدہ طبقہ کو جواب دینا مشکل ہو چکا ہے۔ اگر ہم یہ دلیل دیتے ہیں، کہ یہ چند افراد کا ذاتی فیصلہ تھا اور انہوں نے ظلم اپنی ذاتی حیثیت میں کیا تھا، تو دوسرا سوال، مزید سختی سے پوچھا جاتا ہے کہ ہماری ریاست،، کیا اتنی کمزور ہے کہ ایک لڑکی کو زندہ جلانے سے محفوظ نہیں رکھ سکی۔ انسانی حقوق کے حوالے سے ایبٹ آباد کے واقعہ کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

ہندوستان کی مثال دینا چاہتا ہوں۔ تامل ناڈو میں ایک قصبہ ادھم مل پٹ کے نام کا ہے۔ وہاں کوشیلا نام کی ایک انیس سالہ لڑکی نے وی شنکر نامی شخص سے شادی کر لی۔ شادی عدالت میں ہوئی اور تمام قانونی کاروائی پوری کی گئی۔ "کوشیلا کا تعلق "تھیور" ذات سے تھا۔ یہ ہندوؤں میں بہتر ذات گردانی جاتی ہے۔ اسکے برعکس وی شنکر کا تعلق دلیت" طبقہ سے تھا۔ دلیت ہندو مذہب کے حوالے سے سب سے کمتر لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ آٹھ ماہ قبل، یہ نو بیاہتا جوڑا، کسی کام سے بازار جا رہا تھا۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں اور ٹریفک معمول کے مطابق جاری تھی۔ تین موٹر سائیکل سوار اچانک آئے اور جوڑے کو گھیرے میں لے لیا۔ انکے پاس چاقو، خنجر اور تلواریں تھیں۔ سینکڑوں لوگوں کے سامنے انہوں نے وی شنکر کو ستائیس بار تلوار سے کاٹا۔ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ جب بیوی نے بچانے کی کوشش کی تو سر پر اس شدت کی ضرب لگائی کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ کوشیلا آج تک کومہ میں ہے۔ سینکڑوں لوگوں نے یہ سب کچھ دیکھا مگر کسی نے بھی ان درندوں کو روکنے کی ہمت نہیں کی۔ ہندوستان میں اس طرح کے واقعات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگر ہم اپنے ملک سے موازنہ کریں تو ہمارے حالات ہمسایہ ملک سے حد درجہ بہتر ہیں۔ قتل کی جس واردات کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، اسکی بدولت اس ملک کی ساکھ کو ناقابل یقین نقصان پہنچا ہے اور ہندوستانی حکومت آج تک اس طرح کے واقعات کے آسیب سے باہر نہیں آ سکی۔ میں قطعاً یہ عرض نہیں کر رہا کہ ہم انسانی حقوق کی پامالی میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں۔ طالبعلم کی حیثیت سے عرض کر رہا ہوں، کہ اب کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا ملک بھی اس درجہ خود مختار نہیں کہ انسانی حقوق کے عدسہ سے باہر نکل سکے اور جو چاہے کرنے کی طاقت اور قدرت رکھتا ہو۔

خود مختاری اور اسکے جواز پر وکٹر ایلین نے بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ یہ مقالے انتہائی اہم بھی ہیں اور ریاستی معاملات کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے دلائل میں جذبات کو اس قدر شامل کر لیتے ہیں کہ انتہائی قابل قدر دلائل بھی دوسرے فریق پر اثر نہیں کرتے۔ لہذا سب سے پہلے تو ہمیں اپنے دماغ میں سچ کی کھڑکی کو کھولنا پڑیگا اور پھر دلیل کی طاقت سے اپنے ملکی حالات کا جائزہ لیکر خود ہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ اسامہ بن لادن اور ملا منصور کا پاکستانی علاقوں میں مارا جانا غیر معمولی واقعات ہیں۔ ہم لاکھ کہیں، بتائیں اور سمجھائیں کہ ہمارا ان لوگوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے، پھر بھی دنیا ہماری بات تسلیم کرنے میں دشواری محسوس کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری حکومت اور ریاستی ادارے، دہشت گروں کے خلاف انتہائی محدود وسائل سے لڑ رہے ہیں مگر ملا منصور جیسے واقعات ہماری نیک نامی پر سوالیہ نشان لگانے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ وکٹر ایلین، "خود مختاری کو ایک ذمہ داری" قرار دیتا ہے۔ یہ جملہ بہت نازک ہے اور اسکی بہت اہمیت ہے۔ اسکا ایک مطلب تو بالکل سیدھا سادہ سا ہے کہ ہر حکومت اپنی خود مختاری سے منسلک تمام قانونی ذمہ داریاں سنبھالنے کی پوری کوشش کرے۔ مگر اسکے کا دوسرا رخ بہت سمجھنے والا ہے۔ اگر کوئی بھی خود مختار ملک، اپنی ذمہ داری نبھانے میں ناکام رہتا ہے تو دنیا کے دیگر ممالک اس ملک کو اپنی ذمہ داری پوری کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اس سے اگلا قدم اس خود مختار ملک میں "فرائض کو پورا کرنے" کی آڑ میں فوجی کاروائی کر سکتے ہیں۔ تلخ ترین حقیقت یہی ہے کہ ملا منصور کے معاملے میں امریکہ نے تمام کاروائی براہِ راست کر کے پیغام دینے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ ہماری ریاست اپنی قانونی ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر ہے یا کسی بھی وجہ سے پوری نہیں کر پا رہی۔ ذاتی طور پر، امریکی استدلال سے متفق نہیں ہوں کیونکہ ہمارے ہمسایہ دشمن ملکوں نے اس کام میں اپنا پورا حصہ بدرجہ اتم ڈالا ہے اور اب ملبہ صرف اور صرف پاکستان پر ڈالا جا رہا ہے۔

مضبوط ریاستیں اور انکا طرز عمل بالکل مختلف ہوتا ہے۔ کسی بھی عالمی معاملہ پر امریکہ، چین، آسٹریلیا اور یو کے کے عملی اقدام انتہائی سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت سرانجام دیے جاتے ہیں۔ طاقتور ریاستیں ہر منفی اور مثبت حربے سے کمزور ملکوں کو مسائل کے گرداب میں غرقاب رکھتی ہیں۔ اپنے ملکی مفاد کیلئے کسی بھی غیر اخلاقی حد تک جانے کیلئے تیار ہیں۔ مگر ملکوں کی ایک اور گروہ بندی بھی ہے، جس میں ناکام، ناکامی کے دوراہے کے نزدیک اور کمزور قومیں شامل ہیں۔ ایک دلچسپ بات جو پاکستان کے متعلق یورپ میں مسلسل لکھی جا رہی ہے، وہ "اس ملک کی سخت گیری اور مصائب کو برداشت کرنے کی صبر آزما طاقت ہے۔ اناتول لیوائن کی کتاب کا عنوان ہی، پاکستان ایک سخت ملک" ہے۔ مگر مغرب کے تحقیقی ادارے پاکستان کے لئے ایک نئی گروہ بندی ترتیب دے رہے ہیں۔ اسے نرم (Soft) حکومت کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے۔ یہ ناکام ریاست سے قدرے بہتر صورتحال ہے۔ بین الاقوامی تناظر میں دیکھا جائے تو ہماری ریاست مکمل طور پر خود مختاری کی تعریف میں نہیں آتی۔

اقتصادی میدان کی طرف آیئے۔ دنیا کے تمام اقتصادی ادارے امریکہ اور مغرب کے زیر اثر ہیں۔ پاکستان اندرونی اور بیرونی مسائل کا شکار ہونے کی بدولت، آئی ایم ایف، اور ورلڈ بینک جیسے اداروں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور رہے۔ اس بحث میں جائے بغیر، کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا اور کیسے ہوا، حقیقت میں اقتصادی طور پر ہم قرضوں کے بغیر اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں۔ معاشی کمزوری، ہماری خود مختاری سے مکمل تصادم میں ہے۔ معاشی معاملات چھوڑ کر آپ فوجی، فضائی یا بحری سامان حرب کی طرف توجہ کیجئے۔ یہ درست ہے کہ چند معاملات میں ہمارا ملک خود کفیل ہے۔ مگر جہاں F-16 جہاز، نیوکلیئر ایٹمی آبدوزیں یا حساس قسم کے آلات کی باری آتی ہے، ہمیں مجبوراً پھر مغرب کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔ ہم دوبارہ انکے رحم و کرم پر ہوتے ہیں اور انکی شرائط ماننے کیلئے مجبور ہو جاتے ہیں۔

یہ معاملہ صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے۔ دنیا کے تمام کمزور اور ناسمجھ ممالک کسی نہ کسی مسئلہ کا شکار ہیں۔ دانائی اور حوصلے سے کام لئے بغیر اپنے سادہ سے مسائل کو مزید پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ اسکے بھیانک نتائج برامد ہوتے ہیں۔ عوام غریب سے غریب تر، بلکہ مفلوک الحال سطح پر سانس لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ انسانی زندگی بے قدر ہو جاتی ہے۔ ملک اور قوم بے توقیر ہو جاتے ہیں۔ اس صورتحال میں کون سی خود مختاری اور کیسی خود مختاری۔ یہ تو بس ایک خوش نما سا بے حیثیت نعرہ بن جاتا ہے!